# مرویاتِ حدیث سے استدلال میں امام ابنِ کثیر کا درایتی منہج

# The Methodology of Imam Ibn e Kathir for Inferencing from the Hadith

**Farman Ali**
Ph.D. Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab:
farmangcg361@gmail.com

**Professor Dr. Muhammad Hammad Lakhvi**
Dean Faculty of Islamic Studies, University of the Punjab:
hammad.is@pu.edu.pk

**Abstract**
Qur'an is the basic source of guidance for the whole world in general and Muslims have a prestigious relation with it. They get all types of guideline from it in the daily life. There is a dire need of interpretations for the Qur'anic verses which is fulfilled by Qur'an itself in many cases and the Hadith is considered the second source for the interpretation of the Quranic commandments. Mufassirin have used the Aahadith for the Tafaseer of the Holly Qur'an in a wide range. There was a big question how and when to accept the Aahadith. All the *Mohaddessin* and scholars of Hadith sciences have elaborated the principles and conditions for the acceptance of the Aahadith. There is a separate section named "*Ilmul Jarh Wa Tadeel*" which deals with the conditions imposed for the acceptance of traditions from the tellers of Aahadith which are called "*Raviyan e Hadith*". Imam Ibn e Kaseer is a well-known Muslim interpreter of the Holy Qur'an. He has a globally well known tafseer named as "*Tafseer ul Quran al Azeem*". Like all other Muslim scholars, he also has introduced specific conditions for the acceptance of the traditions from the narrators. He has keen observation in the process of acceptance. So, he has imposed the conditions for the acceptance of traditions along with their texts. He has his own methodology for the acceptance of the text of traditions as well as for the narrators of the traditions. He rejects even the texts with authentic tellers which are contradicting to the Qur'anic principles, authentic Muslim traditions and more authentic sources. This article describes all the specific conditions introduced and imposed by Imam Ibn e Kaseer for the acceptance of the text of Aahadith.

**Keywords**: Ibn e Kathir, Hadith inferencing method, Hadith Sciences, Durayyat e Hadith, Narration.

# مرویاتِ حدیث سے استدلال میں امام ابنِ کثیر کا درایتی منہج

## تعارف

تفسیر ابن کثیر اہل علم کے ہاں انتہائی معتبر شمار کی جاتی ہے اور امت کے ہاں اسے تلقی بالقبول حاصل ہے ۔اس کتاب میں احادیث و آثار کا ایک گراں قدر ذخیرہ موجود ہے جنہیں ابن کثیر تفسیرِ قرآن کے لیے ذکر کرتے ہیں۔ یہ روایات و آثار درجہ صحت و استناد کے اعتبار سے یکساں مرتبہ کی حامل نہیں ہیں۔ امام ابن کثیر نے خود کئی مقامات پر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض آثار صحت و قوت کے اعتبار سے پایہ ثبوت سے فروتر ہیں۔ انہوں نے اس حوالے سے ایک خاص منہج کی پیروی کی ہے، بسا اوقات وہ صحتِ سند کے ساتھ عقل و درایتِ متن کو بھی مدارِ بحث بناتے ہیں۔ اس منہج کو متاخرین کے ہاں علم الدرایت سے تعبیر کیا جانے لگا ہے۔

## درایتِ حدیث کا تعارف

اہل لغت نے درایت کے لغوی معنٰی معرفت و ادراک، سمجھ بوجھ، علم اور اطلاع کے کیے ہیں۔[1] حاجی خلیفہ[2] نے علم درایت کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے کہ اس سے مراد وہ علم ہے جس میں حدیث کے متن کا مفہوم اور اس کی مراد کو قواعد زبانِ عربی، شرعی اصول وضوابط اور رسول کریم ﷺ کے احوال کی مناسبت کے پہلوؤں پر بحث کی جاتی ہے۔

---

[1]- حسین بن محمد الراغب الاصفہانی، المفرادات (دمشق: دار القلم، 1412ھ)، مادہ؛ دری؛ 1/155، محمد بن ابی بکر الرازی، مختار الصحاح (بیروت: مکتبۃ العصریۃ، 1994ء)، 1/104

Hussain bin Muhammad Al Raghib Al Asfahani, Al Mufrdat(Dimashaq: Dar ul Qalam.1412) 1/155

[2]- ان کا اصل نام مصطفٰی بن عبد اللہ ہے اور حاجی خلیفہ کے نام سے معروف ہیں۔ جائے پیدائش اور وفات قسطنطنیہ ہے۔ ان کی بعض تصانیف یہ ہیں: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، میزان الحق، تحفۃ الاخیار فی الحکم والامثال والاشعار دیکھیے: خیر الدین بن محمود الزرکلی، الاعلام (بیروت: دار العلم للملایین، 2002ء)، 7/237

Khair u Din bin Mahmood, al Zarkali, Al Aalam, (Bairut: Darul Ilm Lil Malaiin.2002)7/237

## درایتی تحقیق کی ضرورت

عام فہم الفاظ میں درایت کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ درستی سند کے باوصف متونِ حدیث کی بھی جانچ پرکھ کی جائے کہ آیا وہ کتاب و سنت اور دیگر مسلمہ اصولوں کے مطابق ہیں یا نہیں۔ دوسری طرف روایت حدیث سے مراد وہ علم ہے جس میں نبی مکرم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعینِ عظام کے اقوال، افعال اور تقریرات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔[3] سند حدیث کی صحت پرکھنے کے لیے علم الجرح والتعدیل سے استفادہ کیا جاتا ہے، جب کہ متون حدیث کی صحت جانچنے کے لیے رواۃ حدیث کے احوال اور اتصالِ سند کے ساتھ ساتھ درایت متن کا لحاظ بھی رکھا جاتا ہے۔ محدثین اسے علت اور شاذ سے تعبیر کرتے رہے ہیں۔

سلسلہ سند میں موجود رواۃ کے بارے میں محدثین کی جمع کردہ معلومات انسانی کاوشوں کا نتیجہ ہیں، ان کی جمع بندی میں انہوں نے انسانی بساط کے مطابق انتہائی کوشش و جستجو کی ہے لیکن اس سب کے باوجود غلطی کا امکان موجود رہتا ہے۔ اسی طرح بعض رواۃ حدیث کے بارہ میں معلومات ناکافی ہیں اور کئی رواۃ ایسے بھی ہیں جن کے متعلق ذخیرہ کتب میں محدثین کی متضاد آراء بھی موجود ہیں۔ اس لیے درستی سند کے باوجود بسا اوقات صحت متن کو متعین کرنے کے لیے درایت حدیث کی ضرورت رہتی ہے۔ درایت کے اس اصول کی اصل ہمیں قرآن حکیم میں بھی ملتی ہے[4] احادیث مبارکہ میں بھی اشارہ ملتا ہے[5] نیز صحابہ کرام کے ہاں بھی یہ زیر

---

[3]- صبحی صالح، علوم الحدیث و مصطلحہ (بیروت: دار العلم للملایین، 1981ء)، 1/105

Subhi. Salih, Ulum ul Hadees wa Mustalahuhu, (Bairut:Darul Ilm,1981)105/1

[4]- النور، 24:12، الحجرات، 49:6

Al Noor,12:24, Al Hujurat.6:49

[5]- دار قطنی، علی بن عمر، سنن الدار قطنی، کتاب عمر الی ابی موسیٰ الاشعری (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2004ء)، 5/370، رقم: 4473

استعمال رہے ہیں۔[6] انہیں اصول وضوابط کے پیش نظر محدثین بعض ان روایات کو پایہ ثبوت سے ساقط قرار دیتے رہے ہیں جو ان کے مطابق نادرست ہوتی تھیں۔

حضرات محدثین کے ہاں مستعمل یہ الفاظ منکر المتن، شاذ، مضطرب، غریب، فیہ ظلمۃ، فیہ نظر، فیہ نکارۃ، یقشعر منہ الجلد، لا یطمئن لہ القلب، اس بات کی دلیل ہے کہ صحت سند کے با وصف وہ محض اسی سے مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ ان کے ہاں متون حدیث کی درایتی تحقیق کے اصول بھی ملتے ہیں۔ عالی قدر محدث خطیب بغدادی کی تصنیف "الفقیہ و المتفقہ" میں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔[7] اسی طرح امام ابن الجوزی نے کسی کا قول نقل کیا ہے کہ جب آپ دیکھیں کہ کوئی حدیث معقول، منقول یا اصول کی مخالف ہے تو سمجھ لیں کہ وہ موضوع ہے۔[8] امام ابن القیم

---

Dar Qutni, Ali Bin Umar, Sunan Dar al Qutni,Kitab Umar ila Abi Musa al Ashari(Bairut:Moassasatu Risalah,2004)370/5, Hadees:4473

[6]- مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ (بیروت: دار الفکر، 2003ء)، 2/243، رقم:929

Muslim bin Hajjaj a; Qushairi, Al Jami Al Sahih, Kitab ul Janaiz, Bab al mayyitu yuazzabu bibukai ahlihi alaihi(Bairut: Darul Fikr,2003)243/2,Hadees:929

[7]- خطیب بغدادی، الفقیہ والمتفقہ، باب القول فیما یرد بہ خبر الواحد، 1/353

Khateeb Baghdadi, Al Faqeeh wal Mutafaqqih, Babul Qol fima yarvihi khabar ul Wahid,353/1

[8]- السیوطی، تدریب الراوی، 1/326

Al Suyuti, Tadribu Ravi, 236/1

نے المنار المنیف میں ایک سوال کے جواب میں ان کا تفصیلاً تذکرہ کیا ہے۔[9] معروف سیرت نگار مولانا شبلی نعمانی نے بھی اپنی کتاب سیرت النبی میں انہیں بیان کیا ہے۔[10]

## امام ابنِ کثیر کا تفسیر القرآن العظیم میں درایتی منہج

تفسیر القرآن العظیم کے بالاستیعاب مطالعہ سے ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جو اس بات کو اجاگر کرتی ہیں کہ ابنِ کثیر صحت حدیث کے لیے محض سند کی درستی کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ متن کی صحت کو بھی ضروری خیال کرتے تھے۔ چناں چہ ہمیں ان کے ہاں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جنہیں انہوں نے درستی سند کے باوصف متن میں پائی جانے والے کسی خامی کے پیش نظر قبول نہیں کیا ۔ مختلف روایات پر ان کے درج ذیل تبصرے اس چیز کی وضاحت کرتے ہیں کہ وہ درایت کے اصولوں کے قائل تھے، کہ صحت سند کے باوجود ایک روایت اگر درایت متن کے اصولوں پر پورا نا اترے تو اسے رد کیا جاسکتا ہے مثلاً ان کا قول "**وهذا سند جيد عن مجاهد ، وقول غريب خلاف الظاهر من السياق۔**"[11]

مجاہد سے مروی یہ سند تو عمدہ ہے، لیکن یہ غریب قول ہے اور ظاہر سیاق کے بھی مخالف ہے۔

محدثین نے درایت کے تقاضوں کے موافق پورا نا اترنے والی کئی ایک احادیث کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ اگر چہ ان کے راوی ثقہ اور بسا اوقات ان کی اسانید اتصال کی شرط پر پورا اترتی

---

[9]- ابن القیم الجوزیۃ، المنار المنیف في الصحیح والضعیف (حلب: مکتبۃ المطبوعات الإسلامیۃ، 1970ء)، 43/1

Ibnul Qayyim Al Jauzia,Al Manar ul Munif fi Sahih wal Zaif(Halab:Maktabatul Matboatil Islamia,1970)43/1

[10]- ملاحظہ کیجیے: شبلی نعمانی، سیرت النبی (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2012ء)، 60/1

Shibli Naumani. Seerat u Nabi,(Lahore:Makaba Islamia,2012)60/1

[11]- ابنِ کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 186/1

Ibn e Kathir, Tafseer ul Quran al Karim.186/1

تھیں۔ حدیث اور اصول حدیث کی کتابوں میں درج یہ الفاظ منکر المتن، شاذ، مضطرب، غریب، فیہ ظلمۃ، فیہ نظر، فیہ نکارۃ، یقشعر من الجلد، لا یطمئن لہ القلب، جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو اس بات کے شاہد ہیں کہ محدثین صحت سند کے باوجود ان کے متون کے حوالے سے مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ تفسیر ابنِ کثیر کے مطالعے سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ امام ابنِ کثیر نے بھی درایتی نقد متن کے لیے درج ذیل الفاظ کو استعمال کیا ہے۔

- **و فیه نکارة توجب رده** (اس میں نکارت ہے جس کے باعث یہ مردود ہے۔)
- **اسرائیلی منکر** (یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے اور منکر ہے۔)
- **منکر جدًا** (یہ انتہائی زیادہ منکر ہے۔)
- **وفیه نظر** (اس میں خامی ہے)
- **وهو حدیث غریب جدًا بل منکر بل موضوع** (اور یہ حدیث انتہائی غریب ہے بلکہ منکر ہے اور موضوع بھی ہے۔)
- **و هذا الحدیث فیه نکارة شدیدة** (اس حدیث میں شدید قسم کی نکارت ہے۔)
- **و فی متنه نکارة** (اس حدیث کے متن میں نکارت ہے۔)
- **کلام غریب** (یہ ایک غریب کلام ہے۔)
- **وهذا لا اصل له** (اس کلام کی کوئی اصل نہیں ہے۔)

- **وهوخلاف الظاهر من الآية**(اور یہ تو آیت کریمہ کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہے۔)

امام ابن کثیر احادیث متعارضہ کے ذکر کے بعد رفع تعارض کے لیے جمع و تطبیق کی کاوش بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو متعارض دلائل کی صورت میں جمع و تطبیق بھی ان کا خاص منہج تھا۔ ذیل میں اس حوالے سے مثال درج کی جاتی ہے:

امام ابن کثیر نے آیت قرآنیہ **"وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا"** [12] کے حوالے سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے :

**"قول ابن عباس،: إن هذه الآية منسوخة بآية السيف في "براءة": {قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر}[13] فيه نظر أيضا؛ لأن آية براءة فيها الأمر بقتالهم إذا أمكن ذلك، فأما إذا كان العدو كثيفا، فإنه تجوز مهادنتهم، كما دلت عليه هذه الآية الكريمة، وكما فعل النبي ﷺ يوم الحديبية، فلا منافاة ولا نسخ ولا تخصيص"**[14]

"کہ یہ آیت کریمہ سورۃ توبۃ کی اس آیت سے منسوخ ہے جس میں باری تعالیٰ نے اہل کفر کے ساتھ قتال کا حکم صادر کیا ہے۔ ابن عباس کے اس قول کو انہوں نے قبول نہیں کیا اور فرمایا ہے

---

[12]-الانفال،61:8

Al Anfal,8:61

[13]-التوبۃ،29:9

Al Taubah,9:29

[14]-ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم،4/84

Ibn e Kathir, Tafseer ul Quran al Azeem, 4/84

کہ سورۃ توبۃ کی مذکورہ آیت کا اپنا محل ہے اور یہ ایسی صورت میں ہے جب ان کے ساتھ قتال ممکن ہو اور اس صورت میں بہت زیادہ جانی نقصان کا اندیشہ نا ہو، لیکن جہاں قتال ممکن نا ہو یا ایسا کرنے کی صورت میں بہت زیادہ نقصان کا اندیشہ موجود ہو، ایسی صورت میں ان کے ساتھ صلح اور مداہنت کا جواز ہے جیسا کہ ہمیں صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے عمل سے سبق ملتا ہے۔ اس انداز سے انہوں نے دونوں ادلہ کے درمیان تعارض رفع کر دیا اور یہ کہا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے نیز دونوں میں تناقض بھی نہیں ہے۔[15]"

## بے اصل روایات کا ذکر اور ان کی حقیقت کا بیان

تفسیری لٹریچر میں بہت سی ایسی بے اصل روایات بھی مل جاتی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوا کرتی ہے۔ ابن کثیر نے بھی اپنی کتاب میں ایسی کچھ روایات کو ذکر کیا ہے لیکن وہ ان کا بے اصل ہونا خود ہی بیان کر دیتے ہیں نیز یہ کہ ان کا کسی کتاب میں وجود نہیں ملتا ہے۔ انہوں نے اس حوالے سے مندرجہ ذیل روایات کا ذکر کیا ہے۔

**"تَزَوَّجُوا فُقَرَاءَ يُغْنِكُمُ اللَّهُ"۔**

"فقراء سے شادی کرو اللہ کریم تمہیں غنی بنا دیں گے۔"

**" فلا أصل له، ولم أره باسناد قوي ولا ضعيف إلى الآن"۔**[16]

ابن کثیر اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں: "اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے، اور مجھے ابھی تک اس کی کوئی قوی یا ضعیف سند نہیں ملی ہے۔"

## اسرائیلی روایات کے متعلق درایتی نقد

---

[15]- ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 74/4

Ibn e Kathir, Tafseer ul Quran al Azeem,74/4

[16]- ایضا، 52/6

Ibid, 52/6

قدیم تفاسیر جن میں تفسیر بالماثور کا اہتمام ہے ان میں اسرائیلی روایات کی بھی بھرمار ملتی ہے اور ان میں بیشتر درایت کے معیار تحقیق پر بھی پوار نہیں اترتی ہیں ، امام ابنِ کثیر نے ایسی روایات سے حتی الامکان بچنے کے کاوش کی ہے اوروہ بہت مواقع پر ان کا درجہ اور حکم بھی بیان کر دیا کرتے ہیں۔ اسرائیلیات کے حوالے سے ان کانقطہ نظر یہ ہے کہ جو کتاب اللہ اور سنت ثابتہ کے موافق ہوں وہ درست سمجھی جائیں گی اور جو ان کے مخالف ہیں وہ غلط ہیں ، اور جن کے متعلق سکوت ہے ان کے متعلق سکوت ہی بہتر روش ہے۔ بطور استشہاد ان کو بیان کرنا جائز ہے البتہ ان پر کامل اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ایسی روایات میں صحیح اور غیر صحیح کا بیان اور فرق کرنا ضروری ہے۔ ذیل میں مذکور روایت پر ابن کثیر نے خود تبصرہ کیا ہے۔ جس سے ایسی روایات کے متعلق ان کا منہج معلوم ہو سکتا ہے۔

ہاروت اور ماروت کے حوالے سے ایک روایت کے ضمن میں اس چیز کا تذکرہ آیا ہے کہ سجل ایک فرشتے کا نام ہے۔ **"أبو جعفر يقول: السجل ملك، وكان هاروت وماروت من أعوانه، وهذا أثر غريب وبتقدير صحته إلى أبي جعفر محمد بن علي بن الحسين الباقر فهو نقله عن أهل الكتاب، وفيه نكارة توجب رده۔"**[17]

"ابو جعفر محمد بن علي الباقر سے مروی ہے کہ سجل ایک فرشتے کا نام ہے اور ہاروت اور ماروت اس کے دو مددگار ساتھی ہیں۔" ابنِ کثیر نے رواۃ پر بحث کیے بغیر اس کے متن میں موجود نکارت کی بنا پر اس پر نقد کیا ہے اور کہا ہے کہ:"یہ ایک غریب اثر ہے۔ اگر یہ ابو جعفر سے صحت سند سے مروی بھی ہو تو بوجہ اسرائیلیات میں سے ہونے کے یہ ناقابل قبول ہے نیز اس میں نکارت بھی پائی جاتی ہے۔"

## تفسیر القرآن العظیم میں درایتی اصولوں کی تطبیقی مثالیں

[17]-ابنِ کثیر، تفسیر القرآن العظیم،1/127

Ibn e Kathir, Tafseer ul Quran al Azeem,127/1

## مرویاتِ حدیث سے استدلال میں امام ابنِ کثیر کا درایتی منہج

امام ابن کثیر نے اپنی کتاب میں تفسیر قرآن کے لیے ایک خاص منہج کی پیروی کی ہے۔ آپ آیات قرآنیہ کی وضاحت کے لیے روایات و آثار سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں اور ان کی صحت و ضعف کا فیصلہ کرنے کے لیے بعض اوقات درایت کے اصولوں کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ اس کی روشنی میں بعض روایات کے ضعف کی وضاحت کرتے ہیں اور جب کہ غلط اور فاسد روایات کی تردید بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں جن اصولوں کا استعمال کیا ہے ان کا تذکرہ بمع امثلہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

### تاریخی قرائن کی مخالفت کی بنیاد پر روایات پر نقد

ابن کثیر نے تاریخی قرائن کو بنیاد بناتے ہوئے بعض روایات کو رد کیا ہے۔ یہ چیز مندرجہ ذیل مثال سے واضح ہوتی ہے:

ابن کثیر نے آیت کریمہ "**يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ** "[18]

"وہ دن کہ ہم آسمان کو یوں لپیٹ دیں گے جیسے کاتب لکھے ہوئے کاغذ لپیٹ دیتا ہے۔" کی توضیح میں سجل کی تفسیر بیان کرتے ہوئے متعدد آثار و اقوال ذکر کیے ہیں۔ ان میں ابن عباس کی یہ روایت بھی مذکور ہے "**عن ابن عباس قال: السجل كاتب للنبی ﷺ**"۔[19]

"ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ سجل نبی مکرم ﷺ کے کاتبین وحی میں سے تھا۔"

امام ابن کثیر نے یہاں رواۃ کی تحقیق بیان کیے بغیر درایت کو بنیاد بنا کر اسے رد کر دیا ہے۔ چناں چہ وہ فرماتے ہیں کہ: "یہ بات منکر ہے اور عبد اللہ بن عمر سے درست نہیں ہے۔ اس کے ضعیف

---

[18]-الانبیاء، 104:21

Al Anbia,21:140

[19]-ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 5/3

Ibn e Kathir, Tafseer ul Quran al Azeem5/83

ہونے کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے کاتبین ِ وحی معروف و مشہور لوگ تھے اور ان میں سے کسی کا نام بھی سجل نہیں تھا۔"

## مسلمہ اصولوں کی مخالفت کی بنیاد پر روایات کو رد کرنا

امام ابنِ کثیر نے اپنی کتاب تفسیر القرآن العظیم میں بعض ایسی روایات کو بھی رد کیا ہے جو ان کے مطابق مسلمہ روایات اور اصول و قواعد کے مخالف تھیں۔ اس سلسلہ میں درج ذیل روایت کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے:

ابنِ کثیر نے خطیب بغدادی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ:"ام المؤمنین عائشہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو زندگی عطا کی اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور پھر دوبارہ وفات پا گئیں۔"

انہوں نے اس روایت کو اس بنا پر رد کیا ہے کہ یہ مسلماتِ دین کے خلاف ہے۔ موت کے بعد زندگی اب روز آخرت ہی ہوگی یہاں ممکن نہیں ہے۔ لہذا نبی کریم ﷺ کی والدہ کو کس طرح زندہ کیا گیا۔[20]

## عقل کے مخالف روایات کی عدمِ قبولیت

امام ابنِ کثیر نے تفسیر میں خلافِ عقل بعض روایات کی نشان دہی بھی کی ہے اور درایت کی بنیاد پر انہیں رد کیا ہے۔ اس کی مثال درج ذیل ہو سکتی ہے۔

**"وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلا قَلِيلا"**[21]

---

[20]- ایضا، 4/195

Ibid:4/195

[21]- الاسراء، 17:85

"اور وہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ انہیں کہہ دیجیے، روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔"

اس آیت قرآنیہ کی تفسیر کے بیان میں ابنِ عباس سے یہ حدیث مروی ہے:

**"التقم السماوات السبع والأرضين بلقمة واحدة، لفعل"**[22]

"فرشتوں میں ایک فرشتہ ایسا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے حکم دیں کہ تو وہ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو یکبارگی نگل لے تو وہ ایسا کر گزرے گا۔ اس کی تسبیح **"سبحانک حیث کنت"** ہے۔"

حافظ ابنِ کثیر نے اس پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ بہت ہی زیادہ غریب حدیث ہے بلکہ منکر بھی ہے۔

## مضامینِ قرآن کے خلاف روایات پر نقد و جرح

امام ابن کثیر نے اپنی کتاب تفسیر میں بعض ایسی روایات کی نشان دہی کی ہے اور درایتی اعتبار سے نقد کر کے ان کی تردید کی ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل مثال پیش کی جا سکتی ہے:

**"وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى نَرَى اللّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ"**

اس آیت کریمہ کے ضمن میں امام فخر الدین رازی نے اپنی کتابِ تفسیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان ستر ساتھیوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہیں جب دوبارہ زندہ کیا گیا تو انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ:

---

Al Isra,17:85

[22]- ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 115/5

Ibn e Kathir, Tafseer ul Quran Al Azeem,115/5

**"يا موسى، إنك لا تطلب من الله شيئا إلا أعطاك، فادعه أن يجعلنا أنبياء، فدعا بذلك فأجاب الله دعوته، وهذا غريب جدا"**[23]

"اے موسیٰ آپ اللہ تعالیٰ سے جو بھی سوال کرتے ہیں وہ آپ کو عطا کر دیتا ہے۔ آپ ہمارے لیے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں انبیاء بنادے، حضرت موسیٰ سے اس بارے میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا۔"

ابنِ کثیر نے اس روایت پر نقد و جرح کی ہے اور کہا ہے کہ بنی اسرائیل میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت ہارون اور ان کے بعد یوشع بن نون علیہما السلام کا ہی بحیثیت نبی تذکرہ ملتا ہے۔ نیز بنی اسرائیل نے اس بارے میں بھی غلط بیانی سے کام لیا ہے کہ ان اشخاص نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ جب کہ صورت واقعہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا اور انہیں منع کر دیا گیا تھا، تو جو کام سیدنا موسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبر کے لیے محال ٹھہرا اور **"لن ترانی"** کے الفاظ سے اس کا اظہار بھی کیا گیا تو وہ ان ستر لوگوں کے لیے کیسے ممکن تھا۔ اس سے مذکورہ بالا روایت کا خلاف مفہوم قرآن ہونا ثابت ہوتا ہے اسی چیز کو بنیاد بنا کر حافظ ابنِ کثیر نے اس کی تردید کی ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ روایت انتہائی غریب ہے۔[24]

## نتیجہ بحث

مذکورہ بالا مباحث سے معلوم ہوا کہ دیگر محدثین و اصولیین حدیث کی طرح امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی تفسیر قرآن کریم کی روایات کی قبولیت کے لیے نا صرف رواۃ پر جرح کو ملحوظ خاطر رکھا

---

[23]- نفسِ مصدر، 1/265

Ibid:265/1

[24]- ابنِ کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 1/265

Ibn e Kathir, tafseer ul Quran al Azeem,265/1

ہے بلکہ مزید تعمق کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے متن روایات کی قبولیت کی بھی کچھ شرائط مقرر کی ہیں۔ ان شرائط کے طائرانہ جائزہ سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ قبولیت روایت برائے تفسیر میں کس قدر محتاط تھے۔ ان اصولوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد قبولیت روایت کی بابت ابن کثیر رحمہ اللہ کی بابت قبولیت روایت کی شرائط میں تساھل کا واہمہ بھی ہوا ہو جاتا ہے۔